علاج معالجہ میں ولایت سے متعلق احکامات

ISLAMIC MEDICAL LEARNERS ASSOCIATION

(IMLA)

مرتب کردہ

ISLAMIC MEDICAL LEARNERS ASSOCIATION

www.imlaglobal.org

www.facebook.com/imlaglobal

Imlaglobal@gmail.com

0092 300 209 0718

فہرست مضامین

مریض کی اجازت 3
اجازت کی صورتیں :.. 4
وہ صورتیں جن میں ولی کی اجازت کے بغیر علاج کرنے کا اختیار ہے.................................... 7
مریض کا شرعی ولی کون ہے ؟.. 8
ولایت کا مفہوم.. 9
ولایت کی حکمت 9
ولایت کی تقسیم 10
نفس پر ولایت: 10
2۔مال پر ولایت:.. 10
ولایت کی مذکورہ اقسام کا ثبوت قرآن و حدیث سے.. 10
ولایت عامہ کا ثبوت : 10
ولایت نفس میں سے ولایت خاصۃ فی ا لنکاح کا ثبوت.. 12
ولایت خاصہ فی المال کا ثبوت:.. 13
علاج معالجہ کس ولایت میں شامل ہے؟.. 14
ولایت کے اسباب.. 15
عصبہ میں ولایت کی ترتیب کیا ہے اور کہاں سے ثابت ہے ؟...................................... 16
عصبہ کی ترتیب.. 18
ولایت میں عصبہ کا اعتبار کیوں ہے ؟ 18
ولایتِ مال اور ولایتِ نفس میں فرق.. 19
شادی شدہ خاتون کا ولی کون ہے ؟.. 20
کیا معالج ولی کی مرضی کے خلاف فیصلہ لے سکتا ہے ؟ 20
کیا عصبہ کے علاوہ کسی اور قریبی رشتہ دار کو ولایت حاصل ہے ؟.............................. 21

Islamic Medical Learners Association

اگر اولیاء میں اختلاف ہوجائے 22
ولی کا حق کب ساقط ہوجاتا ہے ؟ 22
ولی بننے کے لیے درج ذیل شرائط ہیں : 22

ولایت

مریض کی اجازت

علاج معالجہ کیلئے شرعاً مریض کی اجازت ضروری ہے، اور یہ اصول حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی درج ذیل حدیث سے اخذ کیا گیا ہے:

لَدَدْنَاهُ فِي مَرَضِهِ فَجَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا: «أَنْ لاَ تَلُدُّونِي»، فَقُلْنَا: كَرَاهِيَةُ المَرِيضِ لِلدَّوَاءِ، فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ: «أَلَمْ أَنْهَكُمْ أَنْ تَلُدُّونِي؟» قُلْنَا: كَرَاهِيَةَ المَرِيضِ لِلدَّوَاءِ، فَقَالَ: «لاَ يَبْقَى فِي البَيْتِ أَحَدٌ إِلَّا لُدَّ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَّا العَبَّاسَ، فَإِنَّهُ لَمْ يَشْهَدْكُمْ» أخرجه البخاری و مسلم[1]

ترجمہ: "کہ ہم نے آپ ﷺ کو دوا پلانی چاہی، لیکن آپ ﷺ نے اشارہ سے منع فرمایا تو ہم سمجھے کہ مریض چونکہ دوا کو پسند نہیں کرتا اسی لیے آپ ﷺ بھی منع فرما رہے ہیں، چنانچہ جب آپ ﷺ کو افاقہ ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ یہ دوا مت پلاؤ، لہذا اب تم میں سے ہر ایک یہی دوا پیئے سوائے (حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے کہ وہ اس وقت موجود نہیں تھے۔

اس واقعہ میں آپ ﷺ نے اپنی مرضی کے خلاف دوا پلانے پر تنبیہ فرمائی، جس سے معلوم ہوا کہ علاج کے لیے مریض کی اجازت ضروری ہے۔

علاج معالجہ کے لیے مریض کی اجازت ضروری ہونے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ علاج معالجہ دراصل انسان کے حق میں ایک قسم کا تصرف کرنا ہے، اور کسی انسان کے مال، حق یا جسم میں کسی قسم کا تصرف اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔[2]

---

(1) صحيح البخاری (127/7)

(2) شرح القواعد الفقهية للشيخ أحمد الزرقاص ٣٤١.

الوجيز في إيضاح قواعد الفقه الكلية للدكتور محمد البورنو: ٣٩٠

وفي المغني لابن قدامة: 398/5

(4294) فصل: وإن ختن صبيا بغير إذن وليه، أو قطع سلعة من إنسان بغير إذنه، أو من صبي بغير إذن وليه، فسرت جنايته، ضمن؛ لأنه قطع غير مأذون فيه، وإن فعل ذلك الحاكم، أو من له ولاية عليه، أو فعله من أذن له، لم يضمن؛ لأنه مأذون فيه شرعا.

اجازت کی صورتیں:

عام حالات میں مریض کے حالات اور کیفیت کے اعتبار سے عملی طور پر معالج کے لیے اجازت لینے کی تین صورتیں ممکن ہو سکتی ہیں:

(۱) **پہلی صورت**: یہ ہے کہ مریض خود اجازت دینے کا اہل ہو، یعنی مریض بالغ ہو، اور اپنے ہوش و حواس میں ہو، اور معالج کی رائے کے مطابق اس کی دماغی کیفیت بھی ٹھیک ہو۔

حکم: اس صورت کا حکم تو واضح ہے کہ ایسی صورت میں معالج براہِ مریض سے اجازت لے گا، اور اسی کی اجازت اور رضامندی سے ہی علاج کرنے کا پابند ہوگا۔

(۲) **دوسری صورت**: یہ ہے کہ بالغ مریض نے اپنے ہوش و حواس میں کسی شخص کو اپنے علاج معالجہ، تیمارداری یا دیکھ بھال کی اجازت دی ہو۔

حکم: یہ صورت شرعی طور پر وکالت (کسی شخص کو اپنا نائب اور قائم مقام بنا دینا)[1] کے زمرہ میں آتی ہے، اور وکالت کا جواز قرآن و سنت اور اجماع سے ثابت ہے۔[2]

اس دوسری صورت کی ممکنہ طور پر کئی ذیلی صورتیں ممکن ہو سکتی ہیں:

ایک صورت یہ ہے کہ مریض معالج کو یا کسی بھی شخص کو زبانی یا تحریری طور پر اپنے علاج معالجہ کا اختیار، اور اجازت دے دے، تو ایسی صورت میں مریض نے جس شخص کو اختیار دیا ہے، علاج معالجہ کے لیے اس کی اجازت اور رضامندی کافی اور معتبر ہوگی۔

---

(1)ففی القاموس الفقهی (ص:387)

الوكالة: الاسم من وكل. اسم مصدر بمعنى التوكيل. فی الشرع: إقامة الشخص غير مقام نفسه مطلقا، أو مقيدا.(ابن حجر) - فی المجلة (م 1449) : فويض أحد أمره إلى آخر، وإقامته مقامه.ويقال لذلك الشخص: موكل.ولمن أقامه مقامه: وكيل،ولذلك الامر: موكل به.

الدر المختار (509/5،ط:سعيد)

(التوكيل صحيح) بالكتاب والسنة، قال تعالى {فابعثوا أحدكم بورقكم} [الكهف: 19] «-ووكل-عليه الصلاة والسلام-حكيم بن حزام بشراء أضحية»، وعليه الإجماع.

فتح القدير للكمال ابن الهمام (502/7،ط:دار الفكر)

وأخرج أبو داود عن شبيب بن غرقدة قال: حدثنی الحی عن عروة البارقی قال: «أعطاه النبی - صلى الله عليه وسلم - دينارا يشتری أضحية أو شاة فاشتری شاتين فباع إحداهما بدينار وأتاه بشاة ودينار فدعا له بالبركة فی بيعه فكان لو اشتری ترابا ربح فيه» وأخرجه أيضا أبو داود والترمذی وابن ماجه وأحمد عن أبی لبيد واسمه لمازة بن زبار عن عروة فذكره، والذی يتحقق من هذا ظن أن هذه القضية وقعت له - صلى الله عليه وسلم - مع حكيم أو مع عروة أو مع كل منهما بناء على أنهما واقعتان فتثبت شرعية الوكالة على كل حال.

چنانچہ اگر مریض بے ہوش ہو جائے یا اس کی حالت ایسی ہو جائے کہ اس سے اجازت لینا ممکن نہ ہو، تو مقرر کردہ افراد ہ شخص کی اجازت سے مریض کا علاج معالجہ جائز ہوگا۔[1]

اسی طرح ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اگر مریض معالج کو اپنے ہوش وحواس میں اس بات کی اجازت دیتا ہے، کہ آپ میرا علاج کریں اور علاج کے دوران اگر مجھ سے کوئی بات پوچھنی ممکن نہ ہو، تو آپ کو میری طرف سے اجازت ہے کہ آپ علاج معالجہ سے متعلق میرے حق میں جو فیصلہ بہتر سمجھیں، وہ کر سکتے ہیں ، تو اس اجازت کی بنیاد پر بھی معالج کے لیے فیصلہ کرنا جائز ہوگا۔

لہٰذا معالج کو چاہیئے کہ مریض سے زبانی یا تحریری طور پر اپنے یا کسی شخص کے حق میں اختیار لے لے، تاکہ بوقت ضرورت جب مریض سے پوچھنا ممکن نہ ہو تو اس کے مقرر کردہ شخص کی اجازت سے فیصلہ کیا جاسکے، جیساکہ کبھی پیٹ کے آپریشن کے دوران معالج کو کوئی اور بیماری نظر آجائے، تو ایسی صورت میں وہ اس نائب کی اجازت سے اس بیماری کا علاج بھی کر سکتا ہے۔[2]

اس کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مریض نے صراحتاً کسی شخص کو اپنے علاج معالجہ سے متعلق امور کے لیے نگران نہیں بنایا، لیکن وہ مریض بالغ ہے اور اپنے ہوش وحواس میں بھی ہے، اس حالت میں کوئی شخص اس مریض کی تیمارداری اور دیکھ بھال کر رہا ہو، اور مریض کی طرف سے اس پر کوئی ممانعت یا انکار نہ پایا گیا ہو، تو اب اگر کبھی ایسی صورت حال پیش آجائے کہ علاج معالجہ کے دوران مریض سے اجازت لینا ممکن نہ رہے، تو کیا مریض کا اس شخص کی تیمارداری پر راضی رہنا، اس شخص کے حق میں نیابت پر رضامندی بھی سمجھی جائے گی یا نہیں؟

Islamic Medical Learners Association

---

(1)بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع: (394/7ط:دار الكتب العلمية)

ولو أغمى عليه لا تبطل؛ لأن الإغماء لا يزيل العقل، ولهذا لم تبطل الوكالة بالإغماء

وفی المغنی لابن قدامة: (90/5)

ولا تبطل الوكالة بالنوم والسكر والإغماء؛ لأن ذلك لا يخرجه عن أهلية التصرف، ولا تثبت عليه ولاية.

الوسيط في المذهب للشافعي: (306/3ط:دار السلام)

وَالأَصَح أَنه لَا يَنْعَزِل بِالإغماء.

(2)ففی تحفة الفقهاء: (232/3)

أما الوكالة العامة فإنها تصح مع الجهالة الكثيرة كما إذا قال اشتر لي ما شئت أو ما رأيت لأنه فوض الرأي إليه فصار بمنزلة البضاعة والمضاربة.

وأيضاً فی بداية المجتهد ونهاية المقتصد: (86/4)

اس سلسلہ میں ایک پہلو یہ ہے کہ مریض کی اس شخص کی تیمار داری پر رضامندی کو علاج سے متعلق دیگر امور میں بھی دلالۃً اجازت کے قائم مقام سمجھا جائے، جیساکہ اور بہت سے معاملات میں ضمناً اجازت معتبر مانی جاتی ہے۔[1]

دوسرا پہلو یہ بھی ممکن ہے کہ مریض اس تیمار دار کے حق میں اس حد تک تو راضی ہو کہ وہ شخص اس کی دیکھ بھال کرلے، لیکن علاج معالجہ کی اجازت دینے کے حق میں وہ اس کے فیصلہ پر راضی نہ ہو۔

لہٰذا ان دونوں پہلوؤں کو مد نظر رکھتے ہوئے اس صورت میں درج ذیل تفصیل کے مطابق عمل کیا جاسکتا ہے:

- اگر مریض کا ولی موجود ہے اور اس سے بآسانی رابطہ ممکن ہے، تو معالج کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ تیسری صورت (جو آگے آرہی ہے) میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق اس مریض کے ولی سے اجازت لے کر علاج کرے۔
- اور اگر مریض کے ولی سے بآسانی رابطہ ممکن نہیں ہے، تو اس صورت میں معالج اپنی صوابدید کے مطابق یا اس تیماردار کی اجازت سے بھی مریض کا علاج کرسکتا ہے،[2] البتہ اگر معالج اور تیماردار کی رائے میں اختلاف ہو جائے، تو معالج کی رائے کو ترجیح دی جائے گی، کیونکہ مریض حالت ہوش و حواس میں معالج کے پاس بغرضِ علاج آیا تھا، تو اس کا یہ عمل معالج کے حق میں بوقتِ ضرورت دلالۃً اجازت سمجھا جائے گا۔
- البتہ اگر مرض کی نوعیت ایسی ہے کہ جس میں قانون یا طبّی اصول، معالج کو مریض سے یا اس کے next of kin سے صراحتاً اجازت لینے کی ہدایت دیتے ہیں، تو اب چونکہ اس صورت میں مریض سے اجازت لینا ممکن نہیں ہے، اور نہ ہی مریض نے اپنا کوئی next of kin مقرر کیا

Islamic Medical Learners Association

---

(1)وفی درر الحکام فی شرح مجلة الأحکام:(514/3)

خلاصة الباب الأول ركن الوكالة الإيجاب والقبول: الإيجاب والقبول إما يكونان صراحة أو يكون الإيجاب صراحة،والقبول دلالة،ويكون دلالة.)

(2)ففی درر الحکام فی شرح مجلة الأحکام:(255/2)

وتردأمثلة كثيرة على الفقرة الأولى أي على أن الإذن صراحة كالإذن دلالة وهي:

1-مثلا لو دخل شخص بيت أو دكان آخر بإذنه يكون مأذونا دلالة لشرب الماء بالإناء الموضوع خصوصا يعني أن دخوله البيت بإذنه يدل على أنه مأذون بالشرب بالكأس الموضوع لأجل ذلك. وإذا أخذ الكأس بيده بناء على هذا الإذن دلالة وسقط من يده قضاء وهو يشرب به وانكسر لا يلزم الضمان. راجع المادة السابقة. كما أنه لا يلزم الضمان إذا هلك الكأس بلا قصد ولا تقصير بينما كان يشرب به شخص بناء على إذن صاحبه الصريح.........6 إذا مرض حيوان مشترك ورأى البيطار لزوما لكيه وكان الشريك غائبا فللشريك الحاضر أن يكويه فإذا هلك الحيوان في هذه الصورة لا يضمن المشارك الذي حمل على كيه.

ہے، تو وہاں تیسری صورت (جو آگے آرہی ہے) کے مطابق مریض کے ولی سے صراحتًا اجازت لینا ضروری ہوگا۔

(۳) **تیسری صورت:** مریض اجازت دینے کا اہل نہ ہو، جیسے نابالغ بچہ یا بعد میں کسی وجہ سے اجازت دینے کا اہل نہ رہا ہو جیسے مجنون یا بے ہوش مریض، وغیرہ۔

حکم: یہ صورت عام طور پر اس وقت پیش آتی ہے، جبکہ معالج کے پاس مریض اس حالت میں لایا گیا ہو، جس میں وہ شرعاً اجازت دینے کا یا نائب مقرر کرنے کا اہل نہیں ہوتا، جیسے نابالغ بچہ یا ذہنی طور پر معذور مریض یا ایسا مریض جو اس وقت اپنے ہوش و حواس میں نہ ہو، اور ہوش و حواس کی حالت میں اس نے کسی کو اپنی طرف سے اجازت دینے کا اہل بھی نہیں بنایا ہو، تو ایسی صورت میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اب معالج کس شخص کی اجازت سے علاج معالجہ کرنے کا مجاز ہوگا؟ اس کا جواب فقہی کتابوں کی روشنی میں یہ ملتا ہے کہ اس صورت میں اس مریض کے شرعی ولی کی اجازت کا اعتبار ہوگا، لہٰذا معالج کو چاہیے کہ وہ مریض کے ولی کی اجازت اور رضامندی کے بعد ہی علاج معالجہ سے متعلق کوئی قدم اٹھائے۔

نوٹ: مریض کے شرعی ولی سے متعلق تفصیل علیحدہ سے آگے آرہی ہے۔

وہ صورتیں جن میں ولی کی اجازت کے بغیر علاج کرنے کا اختیار ہے

الغرض معالج کے لیے مریض، اس کے ولی یا اس کے کسی مقرر کردہ نائب کی اجازت سے ہی علاج کرنا ضروری ہے، لیکن چند صورتوں میں معالج کو بغیر اجازت کے بھی علاج کرنے کا اختیار ہے:

(۱) پہلی صورت حالتِ اضطراری (Emergency Conditions) ہے، یعنی ایسی صورتحال پیش آجائے جس میں معالج کے پاس اتنا موقع بھی نہ ہو کہ وہ مریض، اس کے ولی یا اس کے کسی متعلق شخص سے علاج معالجہ کی اجازت طلب کرسکے، اور اس اجازت لینے یا ولی کا انتظار کرنے میں مریض کے فوت ہونے، معذور ہونے یا اس کے کسی عضو کے ضائع یا ناکارہ ہونے کا یا مرض کے بڑھنے کا اندیشہ ہو، تو ایسی صورت میں اجازت کا حق ساقط ہوجاتا ہے اور معالج کو اس بات کی اجازت ہوتی ہے کہ وہ مریض کی جان بچانے کیلئے ہر ممکنہ علاج معالجہ کو اختیار کرے۔[1]

---

(1) الأشباه والنظائر لابن نجيم (ص: 73)

عن ابن عباس -رضي الله عنه- أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا ضرر ولا ضرار. (ابن ماجه، مسند احمد)

الضرورات تبيح المحظورات.

ففي الموافقات للشاطبي (64/2)

إن النفوس محترمة محفوظة ومطلوبة الإحياء، بحيث إذا دار الأمر بين إحيائها وإتلاف المال عليها، أو إتلافها وإحياء المال، كان إحياؤها أولى... وكما إذا عارض إحياء نفس واحدة إماتة نفوس كثيرة في المحارب مثلا، كان إحياء النفوس الكثيرة أولى.

(2) دوسری صورت یہ ہے کہ حکومت یا ریاست کی طرف سے معالج کسی مخصوص بیماری کے علاج کا پابند ہو، چاہے مریض اس علاج پر رضامند ہو، یا نہ ہو تو ایسی صورت میں علاج کے لیے معالج اجازت لینے کا پابند نہیں ہوگا۔

(3) اگر کوئی متعدی بیماری ہو، جس سے دوسروں کے متاثر ہونے کا اندیشہ ہو، تو حفاظتِ معاشرہ کے اصول کے تحت اس مرض کا علاج جبراً بھی کیا جاسکتا ہے۔

(4) ایسی بیماری یا تکلیف ہو جس سے براہِ راست مریض کی جان کو خطرہ ہو یا اس کے جسم کے کسی حصہ کے ضائع یا ناکارہ ہونے کا یا مستقل میں کوئی معذوری لاحق ہو جانے کا یقین یا غالب گمان ہو۔ تو بھی معالج کے لیے ولی کی مرضی کے برخلاف علاج کرنا جائز ہے، کیونکہ یہ حفاظتِ نفس کی قبیل سے ہے، اور راجح قول کے مطابق جو علاج حفاظتِ نفس کی قبیل سے ہو اسے اختیار کرنا واجب ہے۔

(5) ایسے مریض جو خود اجازت دینے کے اہل نہ ہوں، اور ان کے اولیاء بھی اُن سے لاپرواہی برتتے ہوں، ان کا خیال نہ کرتے ہوں، یا کسی وجہ سے اُن اولیاء کا حق ولایت ختم ہو جائے، تو ایسی صورت میں وہ ادارے جو حکومت یا ریاست کی طرف سے یا اس کی اجازت سے ایسے لوگوں کی صحت کی حفاظت، اور علاج معالجہ کے لیے بنائے گئے ہوں، یا عدالت کی طرف سے کوئی شخص یا ادارہ ایسے مریضوں کا care taker مقرر کیا گیا ہو، تو ایسے مریضوں کے علاج معالجہ کے لیے بھی ولی کی اجازت ضروری نہیں ہے، بلکہ ان اداروں یا افراد یا ان کے decision committee کی اجازت بھی کافی اور معتبر ہے۔[1]

مریض کا شرعی ولی کون ہے؟

مذکورہ تیسری صورت میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر مریض اجازت دینے کا اہل نہ ہو تو اس صورت میں اس کا ولی اجازت دینے کا مجاز ہوگا، چنانچہ یہاں ولی اور ولایت سے متعلقہ ضروری امور کی کچھ وضاحت ضروری ہے تاکہ یہ بات واضح ہوسکے کہ بطور ولی علاج کی اجازت دینے کا حقدار کون ہے، اور ولی کو یہ حق اسلام کے کن اصولوں کے تحت حاصل ہے، اور اس کی شرعی حیثیت کیا ہے۔

لہٰذا ولایت سے متعلق بالترتیب درج ذیل تفصیل بیان کی جائے گی:

ولایت کا مفہوم اور اس کی حکمت

وفيه ايضاً (219/2)

(1) ففی مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (2062/5)

(فإن اشتجروا) أي: اختلفوا وتنازعوا أي الأولياء اختلافا للعضل كانوا كالمعدومين (فالسلطان ولي من لا ولي له) لأن الولي إذا امتنع من التزويج فكأنه لا ولي لها فيكون السلطان وليها وإلا فلا ولاية للسلطان مع وجود الولي (رواه أحمد والترمذي وأبو داود وابن ماجه والدارمي)

ولایت کی تقسیم
(۲) کیامال اور نکاح کے علاوہ بھی دیگر امور میں ولایت ثابت ہے یا نہیں؟
(۳) علاج معالجہ کس ولایت کے تحت داخل ہے؟
(۴) یہ ولایت کن لوگوں کو کب اور کس بنیاد پر حاصل ہوتی ہے؟
(۵) ولایت کی ترتیب جو کتابوں میں لکھی ہے یہ ترتیب کہاں سے ثابت ہے؟

ولایت کامفہوم

لغت کے اعتبار سے ولایت کی اصل "ولی" ہے، ولی کہتے ہیں " کل من ولی أمر آخر فهو وليه (مقاييس اللغة، ج:6،ص:141،ط:دار الفكر) "یعنی جو شخص کسی دوسرے کاکام سر انجام دے، البتہ فقہاءِ کرام کی اصطلاح کے مطابق "ولایت" کہتے ہیں "الولاية تنفيذ القول على الغير ...شاء أو أبى (الدر المختار، ج:3،ص:55،ط:دار الفكر) "یعنی کسی دوسرے پر اپنی بات کو مسلط یا نافذ کرنا، خواہ اس کی مرضی ہو یا نہ ہو، اس اختیار کو شرعی اصطلاح میں "الولاية" کہا جاتا ہے اور جس شخص کو یہ نیابت سونپی جاتی ہے اسے "ولی" کہا جاتا ہے۔

ولایت کے ثبوت کے لئے ضروری ہے کہ مولیٰ علیہ (یعنی جس پر ولایت ثابت ہوگی) نابالغ، غلام یا مجنون (مسلسل بے ہوش شخص بھی معنوی طور پر مجنون معلوم ہوتا ہے) ہو۔

ولایت کی حکمت

ثبوتِ ولایت کی حکمت مولیٰ علیہ (یعنی جس پر ولایت ثابت ہوگی) کی جان اور مال کا تحفظ کرنا ہے، لہٰذا علاج معالجہ کی وہ تمام صورتیں، جن میں مولیٰ علیہ (یعنی جس پر ولایت ثابت ہوگی) کی جان یا عضو کی حفاظت یا شدتِ مرض سے بچاؤ کا یقین یا غالب گمان ہو، تو ایسے مواقع پر ولی کو مولیٰ علیہ کے علاج معالجہ میں فیصلہ کرنے کی شرعاً اجازت ہوگی، حتی کہ اگر مولیٰ علیہ کو نقصان ہوگیا، تب بھی ولی ضامن نہیں ہوگا۔[1]

---

(1)وفي المغني لابن قدامة: (398/5)

(4294) فصل: وإن ختن صبيا بغير إذن وليه، أو قطع سلعة من إنسان بغير إذنه، أو من صبي بغير إذن وليه، فسرت جنايته، ضمن؛ لأنه قطع غير مأذون فيه، وإن فعل ذلك الحاكم، أو من له ولاية عليه، أو فعله من أذن له، لم يضمن؛ لأنه مأذون فيه شرعا.

ولایت کی تقسیم

ولایت کبھی عام ہوتی ہے اور کبھی خاص: ولایتِ عام وہ ہے، جو حاکمِ وقت یا اس کے نائب کو اپنی رعایا اور ماتحتوں پر مختلف مواقع میں حاصل ہوتی ہے، جبکہ ولایتِ خاص وہ ہے، جو کسی مخصوص فرد تک محدود ہوتی ہے۔

ولایتِ خاصہ کی دو قسمیں ہیں:

1ولایت فی النفس 2ولایت فی المال

نفس پر ولایت:

نفس پر ولایت سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص کو دوسرے کی ذات اور نفس سے متعلق امور وافعال سرانجام دینے کا اختیار حاصل ہو، جیسے اس کا نکاح کروانا، اس کو تعلیم دلوانے یا کوئی پیشہ سکھانے سے متعلق امور سرانجام دینا وغیرہ، پھر ولایتِ نفس میں ولاية الحضانة (پرورش کی ولایت)، ولاية الكفالة (خرچہ اٹھانے کی ولایت) اور ولاية النكاح (نکاح کرانے کی ولایت) بھی شامل ہے۔

2۔مال پر ولایت:

اس ولایت کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کو دوسرے کے مال پر ولایت حاصل ہو، جیسے اس کے مال کی حفاظت کرنا، اس میں کوئی تصرف اور عقد کرنا اور اس کو خرچ کرنا وغیرہ۔

ولایت کی مذکورہ اقسام کا ثبوت قرآن وحدیث سے

ولایت عامہ کا ثبوت:

ولایتِ عامہ کا ثبوت قرآن کریم کی درج ذیل آیات میں موجود ہے:

(۱) اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (نساء:59)

اللہ کی اطاعت کرو، اور اس کے رسول کی بھی اطاعت کرو اور تم میں سے جو لوگ صاحب اختیار ہوں، ان کی بھی۔

(۲) واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل (نساء: 58)

اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو

ولایت خاصہ فی النفس (نفس پر دلالت کا ثبوت)

ولایت نفس سے متعلق براہِ راست تو نصوص میں کوئی صراحت نہیں ملتی، البتہ کچھ نصوص سے ضمناً ولایتِ نفس ثابت ہوتی ہے:

(۱) جیساکہ قرآن پاک میں سورۃ نساء کی آیت نمبر ۸ میں ہے:

"وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا"

اور جب (میراث کی) تقسیم کے وقت (غیر وارث) رشتہ دار، یتیم اور مسکین لوگ آجائیں تو ان کو بھی اس میں سے کچھ دے دو اور ان سے مناسب انداز میں بات کرو۔

اس کی تفسیر میں علامہ قرطبیؒ اور شیخ وہبۃ الزحیلی لکھتے ہیں کہ:

جیسا کہ وصی اور کفیل پر یتیم کے مال کی حفاظت اور اسے کارآمد بنانا لازم ہے، اسی طرح اس پر بچہ کے جسم کی حفاظت بھی لازم ہے۔ (1)

(۲) اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ لَهُ وَلِغَيْرِهِ فِي الْجَنَّةِ هَكَذَا وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى وفرَّجَ بَينهما شَيْئًا''(مشكاة المصابيح،بحواله بخاری (2))

ترجمہ: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا، چاہے یتیم اس کا ہو یا کسی اور کا، جنت میں اس طرح ہوں گے، یہ کہہ کر آپ ﷺ نے شہادت کی انگلی اور درمیان والی انگلی کے ذریعہ اشارہ کیا، اور دونوں کے درمیان تھوڑی سی کشادگی تھی۔ (مطلب یہ کہ دونوں ساتھ ہوں گے)

اس حدیث کی شرح میں محدثین نے کفالت میں مالی امور کے علاوہ تعلیم و تربیت اور دیگر امور کو بھی شامل فرمایا ہے۔ [3]

---

(1) ففی تفسیر القرطبی: (45/5،ط: دار الكتب المصرية)
كما على الوصي والكفيل حفظ مال يتيمه والتثمير له، كذلك عليه حفظ الصبي في بدنه. فالمال يحفظه بضبطه، والبدن يحفظه بأدبه. وقد مضى هذا المعنى في (البقرة 3). وروي أن رجلا قال للنبي صلى الله عليه وسلم: إن في حجري يتيما أآكل من ماله؟ قال: (نعم غير متأثل مالا ولا واق مالك بماله). قال: يا رسول الله، أفأضربه؟ قال: (ما كنت ضاربا منه ولدك). قال ابن العربي: وإن لم يثبت مسندا فليس يجد أحد عنه ملتحدا.

وفي التفسير المنير للزحيلي (4/ 259)
كما أن على الوصي والكفيل حفظ مال يتيمه وتثميره، كذلك عليه حفظ الصبي في بدنه، فالمال يحفظه بضبطه، والبدن يحفظه بأدبه.

(2) مشكاة المصابيح: (1384/3،ط: المكتب الإسلامي)

(3) وفي شرح النووي على مسلم(18/ 113،ط: دار إحياء التراث العربي)
(كَافِلُ الْيَتِيمِ لَهُ أَوْ لِغَيْرِهِ أَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ) كَافِلُ الْيَتِيمِ الْقَائِمُ بِأُمُورِهِ مِنْ نَفَقَةٍ وَكِسْوَةٍ وَتَأْدِيبٍ وَتَرْبِيَةٍ وَغَيْرِ ذَلِكَ وَهَذِهِ الْفَضِيلَةُ تَحْصُلُ لِمَنْ كَفَلَهُ مِنْ مَالِ نَفْسِهِ أَوْ مِنْ مَالِ الْيَتِيمِ بِوِلَايَةٍ شَرْعِيَّةٍ وَأَمَّا قَوْلُهُ لَهُ أَوْ لِغَيْرِهِ فَالَّذِي لَهُ أَنْ يَكُونَ قَرِيبًا لَهُ كَجَدِّهِ وَأُمِّهِ وَجَدَّتِهِ وَأَخِيهِ وَأُخْتِهِ وَعَمِّهِ وَخَالِهِ وَعَمَّتِهِ وَخَالَتِهِ وَغَيْرِهِمْ مِنْ أَقَارِبِهِ وَالَّذِي لِغَيْرِهِ أَنْ يَكُونَ أَجْنَبِيًّا

وفي عمدة القاري شرح البخاري (22/ 104)
قوله: (وكافل اليتيم) ، أي: القائم بمصالحة المتولي لأموره.

(۳) اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ :

"أَلاَ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ."

تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال ہوگا۔ (بخاری رقم الحدیث : 7138)

اس حدیث میں اولیاء کو اپنے ماتحتوں بارے میں ذمہ داری کا احساس دلایا گیا ہے؛ کہ اس ذمہ داری کو امانت داری کے ساتھ ادا کیا جائے، کیونکہ کل قیامت کے روز اس کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔ اس حدیث کے تحت تمام ذمہ داریاں شامل ہو جاتی ہیں، چاہے وہ مالی امور سے متعلق ہوں، یا غیر مالی امور سے متعلق ہوں، دنیاوی امور سے متعلق ہوں، یا اخروی امور سے متعلق ہوں، اس سے معلوم ہوا کہ ولایت صرف مالی امور تک محدود نہیں ہے، بلکہ دیگر امور کو بھی شامل ہے۔[1]

ولایت نفس میں سے ولایت خاصة فی النکاح کا ثبوت

اسی طرح مال کے علاوہ ولایت خاصہ کا ثبوت نکاح کے معاملہ میں بھی قرآن و حدیث میں موجود ہے جن میں واضح طور پر یہ ہدایات دی گئی ہیں لڑکی کا نکاح اس کے ولی کی اجازت سے ہوگا۔

(۱) فَانكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ﴾ (النساء:25)﴾

لہذا ان کنیزوں سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کر لو اور ان کو قاعدہ کے مطابق ان کے مہر ادا کر دو۔

(۲) قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَى أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَانِيَةَ حِجَجٍ (القصص:27)

---

(1) ففی شرح القسطلانی إرشاد الساری لشرح صحیح البخاری (99/8)

(والرجل راع علی أهل بیته) من زوج وخادم وغیرهما یقیم فیهم ما أمر به من النفقة وحسن العشرة.

ففی کشف المشکل من حدیث الصحیحین 475/2

" کلکم راع، وکلکم مسئول عن رعیته". الراعی هاهنا الحافظ المؤتمن. وهذا لأن الولایة علی المولی علیه أمانة. لأنه مأمور بحفظ ما استرعی، فالسؤال عن حفظ الأمانة یقع.

وفی عمدة القاری شرح صحیح البخاری (190/6)

والراعی: هو الحافظ المؤتمن الملتزم صلاح ما قام علیه وما هو تحت نظره. فکل من کان تحت نظره شیء فهو مطلوب بالعدل فیه والقیام بمصالحه فی دینه ودنیاه ومتعلقاته

کذا فی شرح النووی علی مسلم (213/12)

و کذا فی شرح السیوطی علی مسلم (446/4)

التیسیر بشرح الجامع الصغیر (219/2)

(راع) فیمن ولی علیهم (وهو مسؤل عن رعیته) هل راعی حقوقهم أولا والرجل راع فی أهله) زوجته وغیرها (وهو مسؤل عن رعیته) هل وفاهم حقهم من نحو نفقة و کسوة وحسن عشرة.

ان کے باپ نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک سے تمہارا نکاح کردوں بشرطیکہ تم اجرت پر میرے پاس آٹھ سال تک کام کرو۔

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا۔[1]

(۳) قول النبی -صلی اللہ علیہ وسلم-: لا نکاح إلا بولی (ترمذی، ابو دود، ابن ماجہ)

آپ ﷺ نے فرمایا: کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہے۔

(۴) عن ابن عباس -رضی اللہ عنہ- أن النبی -صلی اللہ علیہ وسلم- قال): کل نکاح لم یحضرہ أربعة فهو سفاح: خاطب وولی وشاهدا عدل

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہر وہ نکاح جس میں شوہر ولی اور دو گواہ موجود نہ ہو تو وہ اسے گناہ بنادیتا ہے۔

(۵) ایما امرأة نکحت نفسها بغیر إذن ولیها فنکاحها باطل فنکاحها باطل فنکاحها باطل (ترمذی، ابو دود، ابن ماجہ)

جس عورت نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے باطل ہے باطل ہے۔

ولایت خاصہ فی المال کا ثبوت:

اسی طرح مال میں ولایت خاصہ کا ثبوت قرآنِ کریم کی آیات میں موجود ہے، جن میں یتیم اور ناسمجھ بچوں کے اولیاء کو درج ذیل احکام دیئے گئے ہیں:

- ان کے بالغ ہونے تک ان کے مال کی نگہبانی کریں۔
- ان کے مال میں سے ایمانداری کے ساتھ ان کے اوپر خرچ کریں۔
- ان کی طرف سے بوقت ضرورت مالی اور لین دین کے معاملات سرانجام دیں۔
- ان کے بالغ ہونے تک ان کے مالی معاملات خود انجام دیں۔

وہ آیات درج ذیل ہیں:

وابتلوا الیتامی حتی اذا بلغوا النکاح فان انستم منهم رشدا فادفعوا الیهم اموالهم (نساء:6)

---

(1) تفسیر القرطبی (271/13)
وَفِي هَذِهِ الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ النِّكَاحَ إِلَى الْوَلِيِّ لَا حَظَّ لِلْمَرْأَةِ فِيهِ.

اور یتیموں کو جانچتے رہو، یہاں تک کہ جب وہ نکاح کے لائق عمر کو پہنچ جائیں تو اگر تم یہ محسوس کرو کہ ان میں سمجھ داری آچکی ہے تو ان کے مال ان ہی کے حوالہ کر دو۔

وَلا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلا مَعْرُوفًا (النساء: 5)

اور ناسمجھ (یتیموں) کو اپنے وہ مال حوالہ نہ کرو جن کو اللہ نے تمہارے لیے زندگی کا سرمایہ بنایا ہے، ہاں اُن کو ان میں سے کھلاؤ اور پہناؤ، اور ان سے مناسب انداز میں بات کر لو۔

فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ (البقرة: 282)

ہاں اگر وہ شخص جس کے ذمہ حق واجب ہو رہا ہے، ناسمجھ یا کمزور ہو یا تحریر نہ لکھوا سکتا ہو، تو اس کا سرپرست انصاف کے ساتھ لکھوائے۔

علاج معالجہ کس ولایت میں شامل ہے؟

یہاں تک یہ بات تو واضح ہو گئی کہ شریعت میں ولایتِ نفس کا اعتبار کیا گیا ہے، اب اگلا سوال یہ ہے کہ آیا ولایتِ نفس میں علاج معالجہ شامل ہے یا نہیں، تو معاصر علما نے علاج معالجہ کو بھی ولایتِ نفس میں شامل کیا ہے، جن میں شیخ وَہْبَہ الزُّحَیْلِیّ رحمہ اللہ [1] اور شیخ مصطفیٰ احمد زرقاء رحمہ اللہ [2] شامل ہیں، اس کے علاوہ "الموسوعة الفقهية الكويتية" [3] اور "القانون الشخصی السوری" [4] میں بھی علاج معالجہ کو ولایتِ نفس میں

---

(1) قال الشيخ وهبة الزحلی:

الولاية على النفس: هي الإشراف على شؤون القاصر الشخصية كالتزويج والتعليم والتأديب والتطبيب والتشغيل في حرفة ونحو ذلك. وليس هنا محل بحثها. (الفقه الإسلامي وأدلته للزحيلي، 4/2986) وقال ايضا:

وصلاحيات ولي النفس: هي التأديب والتهذيب، ورعاية الصحة، والنمو الجسمي، والتعليم والتثقيف في المدارس، والإشراف على الزواج. وإذا كان القاصر أنثى وجب حمايتها وصيانتها، ولا يجوز للولي تسليمها إلى من يعلّمها صناعة أو حرفة تختلط فيها بالرجال. (الفقه الإسلامي وأدلته للزحيلي 7328/10)

(2) قال الشيخ مصطفى احمد الزرقاء:

فالولاية القوية على النفس تخول صاحبها سلطة التزويج الاجبارى، والتاديب والختان والتطبيب بالكى والعملية الجراحية. (المدخل الفقهي العام لمصطفى احمد الزرقاء، ص: 849)

(3) وفي الموسوعة الفقهية الكويتية (168/45)

النوع الثاني: الولاية على النفس: 66 الولاية على النفس عند الفقهاء: سلطة على شؤون القاصر ونحوه المتعلقة بشخصه ونفسه، كالتزويج والتعليم والتطبيب والتشغيل ونحو ذلك، تقتضي تنفيذ القول عليه شاء أم أبى.

(4) وفي قانون الاحوال الشخصية السورى:

صراحتاً شامل کیا گیا ہے، نیز فقہاء کے کلام سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ غیر اہل کے علاج معالجہ میں بھی ولی کی اجازت ضروری ہے۔، چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ سے " کتاب الام" میں مروی ہے کہ :

"اگر کوئی شخص کسی ایسے بچہ کو طبیب یا ختنہ کرنے والے کے پاس لائے جس کا وہ والد یا ولی نہیں ہے، اور طبیب یا ختنہ کرنے والے سے یہ کہے کہ اس کا ختنہ کر دو، یا زخم پر چیرہ لگا دو، یا پھوڑا کاٹ دو، اور اس کے نتیجہ میں وہ مریض بچہ انتقال کر جائے تو ختنہ کرنے والے پر اور معالج پر اس کا ضمان ہوگا"

(چونکہ اس صورت میں معالج نے ولی کی اجازت کے بغیر علاج کیا اس لیے امام شافعی رحمہ اللہ نے اس معالج پر تاوان لازم قرار دیا، جس سے معلوم ہوا کہ بچہ کے علاج کے لیے اس کے ولی کی اجازت ضروری ہے) [1]

ولایت کے اسباب

حضرات فقہاء کرام نے ولایت کے بنیادی طور پر چھ (6) اسباب بیان کیے ہیں :

(1) ملك: یعنی مالک ہونے کی بنیاد پر ولایت حاصل ہونا جیسا کہ آقا کو اپنے غلام پر مکمل ولایت حاصل ہوتی ہے، چنانچہ کسی غلام کا علاج اس کے آقا کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہو گا، (یہ صورت چونکہ موجودہ دور میں نہیں پائی جاتی، اس لیے اس موقع پر موضوعِ گفتگو نہیں ہے۔)

الولاية على النفس: المادة(170): 3- يدخل في الولاية النفسية سلطة التأديب والتطبيب والتعليم والتوجيه إلى حرفة إكتسابية والموافقة على التزويج وسائر أمور العناية بشخص القاصر.

وفي موسوعة المفاهيم الإسلامية العامة

والولاية على النفس هي: الإشراف على شئون القاصر الشخصية كالتزويج والتعليم والتطبيب والتشغيل وهي تثبت للأب والجد وسائر الأولياء. (ص: 1458، مطبوعة: وزارة الاوقاف مصر، 1424)

وفي مجلة مجمع الفقه الإسلامي:

أخيرًا الإذن: ومسألة الإذن هذه طبعًا، منظمة تنظيمًا كاملًا في الولاية، فهناك ما يسمى ((ولاية التطبيب))، ومعروف أن أحكام الولاية على ناقصي الأهلية أو عديميها أن لهم التصرفات النافعة، أو التي تدور بين النفع والضرر، وليس لهم أن يقدموا على تصرف ضار بهذا المولى عليه. (موضوع: علاج الحالات الميئوس منها، اعداد: الدكتور عبدالله محمد عبدالله) النسب وآثاره لمحمد يوسف موسى ص (78) شرح الأحكام الشرعية في الأحوال الشخصية لمحمد زيد الأبياني (59/1)

(1) فقد قال الشافعي رحمه الله تعالى:

"ولو جاء رجلٌ بصبي ليس بابنه، ولا مملوكه، وليس له بولي، إلى ختانٍ أو طبيب، فقال: اختن هذا أو بُطّ هذا الجرح له أو اقطع هذا الطرف له من قرحة به، فتلف، كان على عاقلة الطبيب، والختان ديته، وعليه رقبةٌ..". (الام 6/65)

وقال ابن القيم -رحمه الله- في سراية الخِتَان:

"فإن أذن له أن يختنه ... فإن كان بالغاً عاقلاً، لم يضمنه؛ لأنه أسقط حقه بالإذن فيه، وإن كان صغيراً ضمنه؛ لأنه لا يعتبر إذنه شرعاً" أ.ه. (تحفة المودود بأحكام المولود ص: 157.)

(2) قرابۃ: یعنی رشتہ داری اورنسب کے تعلق کی بنیاد پر ایک انسان کو دوسرے انسان پر ولایت حاصل ہوتی ہے ،جس میں سب سے مضبط تعلق ولادت کا ہے یعنی باپ بیٹا ہونا۔

(3) وصایۃ: یہ صورت قربت کی ایک ذیلی صورت ہے،اور یہ صرف والد اور دادا کے ساتھ مخصوص ہے کہ جب والد یا دادا میں سے کوئی کسی شخص کو اپنے بیٹے یا پوتے کے مالی امور کا نگہبان بنادے۔

(4) زواج: یعنی شوہر کو بیوی پر زوجیت کے سبب سے ولایت حاصل ہوتی ہے، جیساکہ اس ولایت سے متعلق قرآنِ کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"الرجال قوامون علی النساء"

ترجمہ: مرد عورتوں کے نگران ہیں

چنانچہ جہاں بیوی اجازت دینے کی اہل نہ ہو، وہاں بیوی کے علاج کے لیے اس کے شوہر کی اجازت معتبر ہوگی،اور شوہر اس کا ولی ہوگا۔

(5)نیابۃ: یعنی کوئی شخص کسی دوسرے کو اپنے کسی حق میں تصف کرنے کا اختیار دیدے، یعنی وکیل بنادے(اس صورت کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے)جبکہ اس وقت ہم اس ولایت پہ گفتگو کر رہے ہیں جو کسی کے کہنے سے نہیں بلکہ شریعت کی رُو سے خود بخود حاصل ہوتی ہے۔

(6)سلطنۃ: یعنی حاکم ہونے کی حیثیت سے اپنی رعایا پر حاکم کو ولایت حاصل ہونا،البتہ یہ ولایت ان امور میں ہوتی ہے جن کا تعلق مفادِ عامہ سے ہو،اس کی مثال بھی پیچھے گزر چکی ہے کہ اگر کسی بیماری کا علاج مفاد عامہ کے لیے ضروری ہو، توحکومت اس ولایت کے تحت مریض کی اپنی مرضی یا اس کے ولی کی مرضی اور اجازت کے بغیر بھی اس کا علاج کرواسکتی ہے۔[1]

بہر حال اس مقام پر ولایت کی وہ قسم زیر بحث ہے جو قرابت داری کی بنیاد پر حاصل ہوتی ہے، جس کی بنیاد عصبہ ہونے پر ہے، یعنی یہ ولایت صرف ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو اس شخص سے عصبہ کا تعلق رکھتے ہوں۔

عصبہ میں ولایت کی ترتیب کیا ہے اور کہاں سے ثابت ہے؟

ولایت کے تحت یا میراث کے معاملہ میں بھی عصبہ کی علیحدہ سے باقاعدہ پوری ترتیب توکتاب وسنت میں نہیں ملتی، لیکن میراث کے باب میں ذوی الفرائض کو ان کا حصہ دینے کے بعد جو مال بچ جائے تو اس میں تقسیم کی کیا ترتیب ہونی چاہیے،اس سلسلہ میں حدیث میں ایک قاعدہ ذکر فرمایا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ جو شخص میت کے

---

(1) الموسوعۃ الاسلامیۃ العامۃ وزارۃ الاوقاف مصر.

باپ کی طرف سے نسب کے لحاظ سے سب سے زیادہ قریب ہو، اور وہ مذکر ہو تو اس مال میں اس کا حق ہے، چنانچہ اس قاعدے کی روشنی میں فقہاء نے عصبہ کی ترتیب اخذ کی ہے۔

وہ حدیث یہ ہے :

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ألحقوا الفرائض بأهلها، فما أبقت الفرائض، فلأولى رجل ذكر. (بخاری ومسلم)

ترجمہ:

”کتاب اللہ میں جو حصہ معین ہے وہ صاحب حق کو دو پھر جو اس سے بچ جائے وہ اس مرد کے لیے ہے جو صلبی اعتبار سے میت کے سب سے زیادہ نزدیک ہو۔“

اس حدیث میں ذوی الفروض کو ان کا حصہ دینے کے بعد باقی مال کی تقسیم کے لیے درج ذیل معیار بتایا گیا ہے :

- وہ شخص مرد ہو۔
- نسب کے اعتبار سے میت کے سب سے زیادہ قریب ہو۔
- اس کے اور میت کے درمیان صلبی نسب کا واسطہ ہو [1]

Islamic Medical Learners Association

اس حدیث میں ان تین معیارات کو قربت کا معیار قرار دیا گیا ہے، جن کے مجموعہ کو مختصراً "قریب ترین عصبہ" کہہ کر بیان کر دیا جاتا ہے۔[1] اگرچہ اس حدیث میں یہ معیار میراث کے حق کے لیے بیان ہوا ہے، لیکن فقہاء نے ولایتِ نفس اور ولایتِ نکاح کے مسائل میں اس معیار کو ہی بنیاد بنایا ہے۔[2]

عصبہ کی ترتیب

فقہ کی کتابوں میں ولایت اور عصبہ کی ترتیب دو مقامات پر ملتی ہے، جن میں سے ایک مقام نابالغ کے مال پر ولایت کے مسائل کا ہے، اور دوسرا مقام لڑکی کے نکاح کا ہے، جس میں سے زیادہ تر بحث نکاح کے مسائل میں ہی بیان کی گئی ہے۔ (جس کی تفصیل کتبِ فقہ میں موجود ہے۔)[3]

بہر حال عصبہ کی ترتیب فقہ حنفی کی کتابوں میں اس طرح بیان کی گئی ہے :

پہلے بیٹا پھر پوتا، اسی طرح نیچے تک، پھر باپ پھر دادا اسی طرح اوپر تک، پھر سگا بھائی، پھر باپ شریک بھائی پھر حقیقی بھتیجا پھر علاتی بھتیجا اسی طرح نیچے تک، پھر حقیقی چچا، پھر باپ شریک چچا، اسی طرح نیچے تک، پھر باپ کا حقیقی چچا پھر باپ کا باپ شریک چچا، اسی طرح نیچے تک، پھر دادا کا حقیقی چچا، پھر دادا کا باپ شریک چچا اسی طرح نیچے تک۔[4]

---

(1) قال العلماء : المراد بأولى رجل : أقرب رجل، مأخوذ من الولي بإسكان اللام على وزن الرمي، وهو القرب، وليس المراد بأولى هنا أحق، بخلاف قولهم : الرجل أولى بماله ; لأنه لو حمل هنا على (أحق) لخلا عن الفائدة، لأنا لا ندرى من هو الأحق.(نووى)

(شرح القسطلانی لصحيح البخاری 432/9)

(الفرائض بأهلها فما بقى فلأولى رجل ذكر). قال الطيبى: أوقع الموصوف مع الصفة موقع العصبة كأنه قيل فما بقى فهو لأقرب عصبة والعصبة يسمى بها الواحد والجمع والمذكر والمؤنث كما قاله المطرزى وغيره وسموا عصبة لأنهم يعصبونه ويعتصب بهم أى يحيطون به ويشتد بهم، والعصبة الأقارب من جهة الأب من لا مقدر له من الورثة ويدخل فيه من يرث بالفرض، والتعصيب كالأب والجد من جهة التعصيب فيرث التركة أو ما فضل عن الفرض إن كان معه ذو فرض، وجملة عصبات النسب الابن والأب ومن يدلى بهم ويقدم منهم الأبناء ثم بنوهم وإن سفلوا ثم الأب ثم الجد والأخوة للأبوين أو للأب وهم فى درجتهم.

قانون الأحوال الشخصية فى سلطنة عمان، الكتاب الثالث باب الولاية الفصل الاول

(2) المادة رقم 209 : أ- الولاية على النفس للأب، ثم للجد العاصب، ثم للعاصب بنفسه حسب ترتيب الإرث، بشرط أن يكون محرما. ب- عند تعدد المستحقين للولاية، واستوائهم، تختار المحكمة أصلحهم. ج- فإن لم يوجد مستحق، عينت المحكمة الصالح من غيرهم. (دولة الكويت قانون رقم 51 لسنة 1984 فى شأن الأحوال الشخصية 1984/51) المادة 159 :الولاية على النفس للأب، ثم للعاصب بنفسه على ترتيب الإرث. المادة 160 :الولاية على المال للأب وحده.)

(3) تفصیل کے لیے دیکھیں: الفقه الاسلامی وادلته اور الفقه على المذاهب الاربعة اور بداية المجتهد.

(4) ففى الفقه الإسلامى وأدلته للزحيلى (2986/4)

الولاية على النفس: تثبت للأقرب فالأقرب من العصبات على الترتيب التالى: 1. البنوة (الأبناء ثم أبناء الأبناء) فابن المجنون والمجنونة مثلاً يتولى شؤونهما الشخصية. 2 - الأبوة (الآباء ثم الأجداد). 3. الأخوة (الإخوة ثم أبناء

ولایت میں عصبہ کا اعتبار کیوں ہے؟

جہاں بھی ولایت نفس کی بات کی جاتی ہے وہاں عصبہ کو مدار بنایا جاتا ہے، اس کی ایک وجہ تو خود حدیث سے ہی اخذ ہوتی ہے، اور وہ ہے قربت، کیونکہ جو شخص نسب کے لحاظ سے جتنا کسی کے قریب ہوتا ہے، اس شخص سے متعلق اس کی ذمہ داریاں اتنی ہی بڑھ جاتی ہیں، چنانچہ دیت کے معاملہ میں بھی عصبہ ذمہ دار ہوتے ہیں، کسی محتاج کا نان نفقہ مقرر کرنے میں بھی عصبہ کو مدار بنایا جاتا ہے، اور شریعت کا قاعدہ ہے کہ "الغرم بالغنم" یعنی ہر چیز کا فائدہ اسی کو ملتا ہے جو کہ اس کی تکلیف اور نقصان بھی برداشت کرے تو جب عصبہ کو وراثت میں حصہ ملتا ہے تو جس شخص کے وہ وارث ہیں اس کی ذمہ داریاں بھی بوقت ضرورت ان کے ہی اوپر عائد ہونگی۔

بعض فقہاء کے نزدیک عصبہ کو مدار بنانے کی ایک وجہ شفقت بھی ہے، چنانچہ اسی بنیاد پر کچھ فقہاء نے ماں کو بھی ولی شمار کیا ہے، کیونکہ ماں شفقت میں سب سے بڑھ کر ہے۔[1]

خلاصہ کلام

اگرچہ علاج معالجہ کے سلسلہ میں ولایت کی ترتیب نصوص میں موجود نہیں ہے، بلکہ از خود ولایت علی النفس بھی نصوص سے صراحتًا ثابت نہیں ہے، لیکن تمام گزشتہ امور اور متقدمین اور معاصر فقہاء کے کلام کی روشنی میں اصولی طور پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اجازت کے معاملہ میں مریض کے شرعی ولی وہی لوگ ہونگے جن کو شریعت کی اصطلاح میں "عصبہ" کہا جاتا ہے، اور اس میں عصبہ کی ترتیب جو دیگر امور میں بیان کی جاتی ہے، وہی ترتیب ہے۔

ولایتِ مال اور ولایتِ نفس میں فرق

تاہم فقہ حنفی میں ولایتِ مال اور ولایتِ نفس کی ترتیب میں تھوڑا سا فرق ہے، وہ اس طرح کہ ولایت مال میں سب پہلا حق والد کا ہے، اس کے بعد وہ شخص جسے باپ نے اپنی زندگی میں اپنے (dependent) کا وصی (نگہبان) مقرر کر دیا ہو، ان دونوں کی غیر موجودگی میں یہ حق اس کے بعد دادا کو حاصل ہوتا ہے، یا اس شخص کو جسے دادا نے اپنی زندگی میں اپنے (dependent) کا وصی (نگہبان) مقرر کیا ہو، اگر یہ بھی موجود نہ ہوں یا

الإخوة).4-العمومة (الأعمام ثم أبناء الأعمام).وهذا هو ترتيب الإرث والولاية في الزواج، وقد نصت على ذلك المادة من قانون الأحوال الشخصية السوري.

(1) والأم وسائر العصبات لا ولاية لهم)؛ لأن المال محل الخيانة ومن عدا المذكورين أولا قاصر عنهم غير مأمون على المال، (وقال) الإمام أحمد فيمن مات وله ورثة صغار، وله مال، إن لم يكن لهم وصي، ولهم أم مشفقة: يدفع المال إليها؛ لتحفظه لهم.(مطالب أولي النهى في شرح غاية المنتهى(3/407)

ففي الفقه الإسلامي وأدلته للزحيلي (4/2987)

والسبب في هذا الترتيب (1): أن الأب أوفر الناس شفقة على ولده. ويعقبه وصيه الذي اختاره ليقوم مقامه، والظاهر أنه ما اختاره من بين سائر الناس إلا لعلمه بأن شفقته على الصغير مثل شفقته عليه. والجد يأتي بعدئذ لأن شفقته دون شفقة الأب.

ولایت کے اہل نہ ہوں تو یہ حق قاضی یا اس کے مقرر کردہ شخص کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، اس کے بعد آگے یہ حق ولایتِ نفس کی ترتیب کے مطابق منتقل ہوتا رہتا ہے۔

جبکہ دوسری طرف ولایتِ نفس میں اولیاء کی وہی ترتیب ہے جو عصبہ کی وراثت کے حق میں ہے یعنی یہ ولایت سب سے پہلے بیٹے کو، پھر پوتے کو اسی طرح نیچے تک لوگوں کو حاصل ہے، اور ان کی غیر موجودگی یا نااہلی کی صورت میں یہ حق اس کے بعد باپ پھر دادا کو اسی طرح اوپر تک کے لوگوں کو حاصل ہوتا ہے، ان کے بعد سگے بھائی کی باری آتی ہے [1]

علاج معالجہ ولایتِ نفس میں شامل ہے یا ولایتِ مال میں؟

اب اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ علاج معالجہ کی ولایت کو ولایتِ مال میں شامل کیا جائے یا ولایت نفس میں تو اس میں دو پہلو ہیں، بعض اوقات صرف علاج معالجہ کے لیے اجازت کی ضرورت ہوتی ہے، جو کہ ولایت نفس سے متعلق ہے، لیکن بعض اوقات اجازت کے ساتھ ساتھ مریض کے علاج معالجہ پر اس کے مال سے رقم خرچ کرنے کی بھی ضرورت پڑتی ہے، چونکہ مال خرچ کرنے کے لیے بھی ولی کی اجازت ضروری ہوتی ہے، اس لیے یہ صورت ولایتِ مال سے متعلق ہوگی، چنانچہ ان دونوں پہلوؤں کو مد نظر رکھتے ہوئے، حکم یہ ہے کہ :

جہاں صرف علاج معالجہ کی اجازت دینے کی ضرورت ہو وہاں ولایتِ نفس کی ترتیب کے مطابق اولیا کو یہ حق حاصل ہوگا۔

اور جہاں علاج کے ساتھ مالی معاملہ کا مسئلہ آجائے تو اس صورت میں مال خرچ کرنے یا نہ کرنے سے متعلق فیصلہ کا اختیار ولایت مال کی ترتیب کے مطابق مریض کے ولی کو ہوگا، چنانچہ اگر مریض کی اولاد موجود ہے تو اجازت دینے کا حق اُسے ہے اور اگر اولاد موجود نہیں تو پھر بالترتیب مریض کے والد، پھر اس کے والد کا مقرر کردہ شخص، پھر مریض کے دادا، پھر اس کا مقرر کردہ شخص اجازت دینے کا حق دار ہے، (جس کی تفصیل گذر چکی ہے)

شادی شدہ خاتون کا ولی کون ہے؟

اگر خاتون کا شوہر موجود ہو تو اس صورت میں اس کے حق میں ولایت کی ترتیب آیا وہی ہوگی جو کہ نکاح کے معاملہ میں بیان ہوئی، یا اس کا ولی اس کا شوہر ہوگا؟ اس سلسلہ میں قرآن کریم کی آیت ''الرجال قوامون علی

---

(1) ففی الفقه الإسلامی وأدلته للزحیلی (2986/4)

الولاية على النفس: تثبت للأقرب فالأقرب من العصبات (1) على الترتيب التالى: 1 - البنوة (الأبناء ثم أبناء الأبناء) فابن المجنون والمجنونة مثلاً يتولى شؤونهما الشخصية. 2 - الأبوة (الآباء ثم الأجداد). 3. الأخوة (الإخوة ثم أبناء الإخوة). 4 - العمومة (الأعمام ثم أبناء الأعمام). وهذا هو ترتيب الإرث والولاية فى الزواج، وقد نصت على ذلك المادة (21) من قانون الأحوال الشخصية السورى. والولاية على المال: بالنسبة للصغير القاصر: تثبت عند الحنفية على الترتيب التالى: الأب، ثم وصى الأب، ثم الجد، ثم القاضى، ثم وصى القاضى: وهو من يعينه القاضى.

Islamic Medical Learners Association

النساء“ اور اس کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ جب شوہر موجود ہو تو اس صورت میں شوہر دیگر اولیاء پر مقدم ہوگا۔[1]

کیا معالج ولی کی مرضی کے خلاف فیصلہ لے سکتا ہے؟

یہاں ایک سوال یہ ہے کہ اگر معالج اپنی دیانتداری اور امانتداری کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے، مریض کے حق میں کسی علاج کو بہتر سمجھتا ہے لیکن اس کا ولی اسے ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتا، تو کیا معالج کے لیے اس مریض کے ولی کی مرضی کے برخلاف ایسے مریض کا علاج کرنا جائز ہے یا نہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ شروع میں ذکر کردہ مستثنیٰ صورتوں کے علاوہ معالج ولی کی اجازت سے ہی علاج کرنے کا پابند ہے، اور ایسی صورت میں معالج کے لیے ولی کی اجازت کے بغیر علاج کرنا بہر صورت جائز نہیں، کیونکہ ایسی صورت میں علاج کرنا از خود واجب نہیں تو اس پر کسی کو مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

کیا عصبہ کے علاوہ کسی اور قریبی رشتہ دار کو ولایت حاصل ہے؟

ایک اہم سوال یہاں پر یہ ہے کہ موجودہ زمانہ کے رہن سہن اور رواج کے مطابق بہت سے رشتے ایسے ہیں جن کو شریعت نے ولی کا درجہ نہیں دیا لیکن وہ مریض پر شفقت اور اس کی دیکھ بھال میں اس کی شرعی اولیاء سے بڑھ کر ہوتے ہیں، جیسے ماں اور بیوی، تو کیا علاج معالجہ کیلئے بچہ کے حق میں ماں اور شوہر کے حق میں بیوی کی اجازت معتبر ہوگی یا نہیں اور کیا ایک ماں کو اپنے بچہ کے شرعی ولی کی مرضی کے خلاف علاج معالجہ سے متعلق فیصلہ لینے کا اختیار ہے یا نہیں، اور اسی طرح بیوی کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنے شوہر کے علاج معالجہ کے لیے اس کے اولیاء کی مرضی کے خلاف فیصلہ لے سکے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں تک اجازت کے معتبر ہونے کا تعلق ہے، تو چونکہ ماں کی حیثیت بچہ کے care taker کی بھی ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ حقِ حضانت (پرورش) میں سب سے پہلا حق ماں کا ہی ہے، نیز فقہاء کی

---

(1)(التفسیر المنیر للزحیلی 53/5)

قَوَّامُونَ عَلَى النِّساءِ یقومون بأمرهن ويحافظون عليهن ويتسلطون عليهن بحق، ويؤدبونهن ويأخذون على أيديهن، أى أن القوامة تعنى الرئاسة وتسيير شؤون الأسرة والمنزل، وليس من لوازمها التسلط بالباطل.

ففی تفسیر الوسیط للزحیلی 125/1

والقوامة ليست استبدادا أو تعسفا أو تسلطا وترفعا، وإنما هى تكليف بالإدارة والرعاية والولاية والنفقة. وهذا التكليف عبء على الرجال أكثر من النساء، قال الله تعالى: الرِّجالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّساءِ بِما فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلى بَعْضٍ وَبِما أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوالِهِمْ [النساء: 34/4].

وفی تفسیر البغوی (207/2)

قوله تعالى: {الرجال قوامون على النساء} أى: مسلطون على تأديبهن، والقوام والقيم بمعنى واحد، والقوام أبلغ وهو القائم بالمصالح والتدبير والتأديب.

ایک جماعت نے والد اور دادا کے بعد ماں کو بھی ولی قرار دیا ہے، اس لیے بچہ کے علاج معالجہ کے لیے اس کی اجازت کافی سمجھی جائے گی۔[1]

اسی طرح بیوی جو کہ شرعی اعتبار سے شوہر کی ولی نہیں ہے، لیکن چونکہ عرف و عادت کے اعتبار سے زندگی بھر شوہر کا خیال رکھتی اور اس کی خدمت کرتی ہے، اس لیے شوہر کے بیمار ہونے کی صورت میں شوہر کی طرف سے اس کے علاج معالجہ کی ذمہ دار عرف و عادت کے اعتبار سے وہی سمجھی جائے گی، اور بوقت ضرورت اس کی اجازت شوہر کے علاج معالجہ کے لیے کافی ہوگی، اور اس سلسلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی درج ذیل حدیث سے استدلال کیا جاسکتا ہے، جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی آخری زندگی میں حضور ﷺ کا علاج معالجہ فرمارہی تھیں۔

ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے تھے کہ اے ماں! مجھے آپ کی فہم وفراست سے تعجب نہیں ہوتا کیونکہ آپ زوجۂ رسول ﷺ اور بنت ابی بکر ہیں، اور نہ ہی مجھے آپ کے شعر اور تاریخ کے علم پر تعجب ہوتا ہے کہ آخر کار آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی ہیں جو کہ صاحب علم شخص تھے، لیکن مجھے آپ کے طب سے متعلق علم پر تعجب ہوتا ہے کہ یہ کیسے اور کہاں سے آیا؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے عروہ! جب آپ ﷺ آخری عمر میں بیمار ہوگئے تھے تو ہر طرف سے عرب کے وفد ملاقات کے لیے آتے تھے تو میں ان کو بیماری کے بارے میں بتاکر علاج دریافت کرتی تھی، اور ان کے ذریعہ علاج کرتی تھی، بس وہیں سے یہ سارا علم حاصل ہوا۔ (مسند احمد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگرچہ شرعی اعتبار سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی ولی نہیں تھیں، لیکن عُرف وعادت کے مطابق چونکہ ان کو ان کے شوہر یعنی نبی کریم ﷺ کی طرف سے علاج معالجہ کی اجازت تھی، اسی لیے وہ آپ ﷺ کے علاج کیلئے مختلف تدابیر اختیار فرمارہی تھیں۔

اسی طرح قرآن کریم میں شوہر اور بیوی کے تعلق کو مودّت اور محبت کا تعلق قرار دیا گیا ہے (وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَّرَحْمَةً) اور اس رحمت کے تعلق میں یہ بھی شامل ہے کہ تکلیف اور مصیبت کے وقت آپس میں رحمت اور شفقت کا تعلق ہو، جس میں علاج معالجہ بھی شامل ہے۔[2]

---

(1) وقال فی "نهاية المحتاج" (شافعی) (375/4): "ولا تلي الأم في الأصح قياسا على النكاح. والثاني [أي القول الثاني]: تلي بعد الأب والجد وتقدم على وصيهما لكمال شفقتها, ومثلها في عدم الولاية سائر العصبة كأخ وعم. نعم لهم الإنفاق من مال الطفل في تأديبه وتعليمه وإن لم يكن لهم عليه ولاية; لأنه قليل فسومح به، ومحله عند غيبة وليه، وإلا فلا بد من مراجعته فيما يظهر" انتهى.

(2) والثاني: يود بعضهم بعضًا ويرحم بالطبع والخلقة؛ إذ كل ذي طبع يود شكله وجنسه إذا كان في حال السعة والرخاء والسرور، ويرحمه إذا نزل به البلاء والشدة؛ هذا معروف عند الناس أن يتراحم بعضهم على بعض في حال نزول البلاء والشدة، وتوادهم في حال السعة والسرور. (تفسير الماتريدی 261/8)

لہٰذا ایک معالج ان دونوں کی اجازت سے مریض کا علاج کر سکتا ہے۔

اگر اولیاء میں اختلاف ہو جائے

بعض مرتبہ مریض کے اولیاء میں اختلاف ہو جاتا ہے، تو اس صورت میں اگر حکومت یا ریاست کی طرف سے معالج کو فیصلہ کرنے کا اختیار ہے، تو ایسی صورت میں معالج اس مریض کے حق میں بہتر صورت اختیار کر سکتا ہے، اور اگر معالج کو اختیار حاصل نہیں ہے تو قریب ترین ولی کی مرضی کے مطابق فیصلہ کر لیا جائے، چنانچہ ماں اور باپ میں اختلاف کی صورت میں باپ کا فیصلہ معتبر مانا جائے گا، بیوی اور باپ میں اختلاف کی صورت میں باپ کا فیصلہ معتبر مانا جائے، شوہر، باپ اور بیٹے میں اختلاف کی صورت میں شوہر کی بات مانی جائے گی۔(1)

ولی کا حق کب ساقط ہو جاتا ہے؟

کچھ صورتیں ایسی ہیں کہ جن میں ولی کا حق ساقط ہو کر اگلے ولی کو منتقل ہو جاتا ہے، اور اگر کوئی ولی نہ ہو یا ہو لیکن وہ ولایت کا اہل نہ ہو تو یہ حق حکومت یا اس کے متعلقہ اداروں کو منتقل ہو جائے گا۔

ولی بننے کے لیے درج ذیل شرائط ہیں:

ولی عاقل بالغ مسلمان مرد ہو کیونکہ کافر کو مسلمان پر ولایت حاصل نہیں ہوتی۔

ولی امورِ ولایت سر انجام دینے پر قادر ہو، چنانچہ جو ولی بہت بوڑھا ہو گیا ہو یا بہت مصروف ہو، یا وہ اپنے مولی پر توجہ نہیں دے پاتا ہو یا لاپرواہ ہو تو اس کی ولایت ساقط ہو جاتی ہے۔

اسی طرح جہاں ولی سے مال کی خیانت ثابت ہو جائے، وہاں بھی ولی کا حق ساقط ہو جاتا ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وھو الموفق

---

(1) وفي حاشية السندي على سنن ابن ماجه (580/1)

(فإن اشتجروا) أي تنازعوا واختلفوا بحيث أدى ذلك إلى المنع عن النكاح يفوض الأمر إلى السلطان ويجعل الأولياء كالمعدومين.

Reviewed By

Darulifta Al-ikhlas

Office Eye OPD Patel Hospital ,Gulshan e Iqbal ,
Karachi ,Pakistan
0300-209 0718